اَلْحَمْدُلِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ط وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرہ:165)

وقال الله تعالٰى فى مقام اخر

يٰٓاَيُّهَاالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ (التغابن:14)

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ۔ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۔ وَالْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

تیسرا بڑا دشمن:

دشمن کے لفظ میں تیسرا حرف ''میم'' ہے۔ اس سے مراد ''مخلوق'' ہے۔ یہ بھی ہماری دشمن ہے کیونکہ مخلوق کئی مرتبہ بندے اور اللہ کے درمیان ایک رکاوٹ بن جاتی ہے۔ کچھ محبّتیں ایسی ہیں جن کے کرنے کا اللہ رب العزت کی طرف سے حکم ہے اور کچھ محبّتیں ایسی ہیں جن سے منع کر دیا ہے۔ اس لئے مخلوق کے ساتھ شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے محبّتوں کو رکھنا ایک نازک مسئلہ ہے۔ اگر تعلّق گھٹے تب بھی مؤاخذہ ہوگا اور اگر ضرورت سے زیادہ تعلّق بڑھے تب بھی مؤاخذہ ہوگا۔ چونکہ انسان ''انس'' سے بنا ہے اس لئے ان کی طبیعتیں آپس میں مانوس ہو جاتی ہیں اور وہ ایک دوسرے کے قریب رہنا شروع کر دیتے ہیں۔ کئی مرتبہ جب دو بندے اکٹھے ہو جاتے ہیں تو ان کی خیر اکٹھّی ہو جاتی ہے اور کئی مرتبہ دو بندے اکھٹے ہو جاتے ہیں تو ان کا شر اکٹھا ہو جاتا ہے۔ گویا وہ ڈبل شر ہو جاتا ہے جو کہ دونوں کے لئے فتنہ کا باعث بنتا ہے۔ اس لئے اس مضمون کو اچھی طرح سمجھنا بہت ضروری ہے۔ کیونکہ انسانوں کو انسانیت کی معراج تک پہنچانے اور اللہ کا قرب حاصل کرنے میں ایک بڑی رکاوٹ اس کی ماسوٰی سے گرفتاری ہے۔

مخلوق کی محبّت میں حد فاصل:

اس میں حد فاصل یہ ہے کہ انسان مخلوق سے کٹ جائے اور اللہ رب العزت سے جڑ جائے اور پھر اللہ رب العزت کی نسبت کے ساتھ مخلوق سے تعلّق قائم کر لے۔ یعنی کسی انسان سے بھی اپنی نفسانی خواہش کی بنیاد پر تعلّق نہ ہو بلکہ اللہ رب العزت کی نسبت سے ہو۔ اس لئے تصوف وسلوک کی کتابوں میں اس کو انقطاع عن المخلوق کہہ دیتے ہیں۔ جو بندہ انقطاع عن المخلوق حاصل نہیں کر سکتا اس کو اللہ رب العزت کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اب انقطاع عن المخلوق سے یہ ہرگز مراد نہیں ہے کہ لوگوں سے بالکل ہٹ کٹ کر کسی غار میں جا کر چھپ جائیں بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ سالک کے دل میں اس کے تعلّق کے اثرات نہ ہوں۔ یہ انقطاع عن المخلوق تبتل بھی کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں،

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَ تَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (المزمل:8)

اور ذکر کر اپنے رب کے نام کا اور اس کی طرف تبتل اختیار کر۔

یعنی مخلوق سے توڑ اور اللہ سے جوڑ، پھر اللہ کی نسبت سے مخلوق سے تعلّق قائم کر۔ اسی لئے انسان

......اپنے ماں باپ سے محبّت کرتا ہے اللہ رب العزت کی وجہ سے۔

......پیر استاد سے محبّت کرتا ہے اللہ رب العزت کی وجہ سے۔

......بیوی سے محبّت کرتا ہے اللہ رب العزت کی وجہ سے۔

......بچوں سے محبّت کرتا ہے اللہ رب العزت کی وجہ سے۔

......مسلمان بھائیوں سے محبّت کرتا ہے اللہ رب العزت کی وجہ سے۔

اگر یہ تمام محبّتیں اللہ رب العزت کی نسبت سے ہیں تو یہ سب جائز ہیں اور ان پر اجر ملے گا اور اگر ان

محبّتوں کی وجہ سے اللہ رب العزت کی نسبت دب گئی اور نفس کی نسبت قائم ہوگئی تو پھر یہ مذموم ہو جائے گی۔ اس لئے آج یہ بیان کیا جائے گا کہ جائز محبّتیں کونسی ہیں اور ناجائز محبّتیں کونسی ہیں۔

تکمیل ایمان:

چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے۔ مَنْ اَحَبَّ لِلّٰہِ وَاَبْغَضَ لِلّٰہِ وَ اَعْطٰی لِلّٰہِ وَمَنَعَ لِلّٰہِ فَقَدِاسْتَکْمَلَ الْاِیْمَانَ جس نے اللہ کے لئے محبّت کی، اللہ کے لئے کسی سے بغض رکھا، اللہ کے لئے کسی کو عطا کیا اور اللہ کے لئے ہی روکا، تحقیق اس نے ایمان کو مکمّل کرلیا۔

یہ حب فی اللہ سب سے پہلا قدم ہے جو کہ محمود اور مطلوب ہے۔ اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے کہ قیامت کے دن سات قسم کے لوگ اللہ رب العزت کے عرش کے سایہ میں ہوں گے جس دن عرش کے سایہ کے سوا کوئی دوسرا سایہ نہ ہوگا۔ ان میں سے دو وہ ہوں گے جو اللہ کے لئے ایک دوسرے سے محبّت کرتے ہوں گے۔

محبّت فی اللہ کا مقام:

محبّ فی اللہ کا اللہ رب العزت کے ہاں بڑا مقام ہے۔ اسی لئے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا' اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ قیامت کے دن انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبّت ہوگی۔

صحابہ کرامؓ کہتے ہیں کہ جب ہم نے یہ حدیث نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے سنی تو ہمیں جتنی خوشی اس حدیث کو سن کر ہوئی اتنی خوشی ہمیں زندگی میں کبھی نہیں ہوئی تھی۔ ان کو نبی علیہ السّلام سے سچی محبّت تو پہلے ہی تھی اس لئے جب یہ حدیث مبارک سنی کہ انسان آخرت میں اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبّت ہوگی تو ان کو گارنٹی مل گئی کہ قیامت کے دن محبوب ﷺ کے قدموں میں جگہ نصیب ہو جائے گی، اس لئے

وہ خوش ہو گئے۔

آج بھی یہ چیز اسی طرح موجود ہے۔ اگر آج بھی کسی کو اللہ والوں سے اللہ کے لئے محبّت ہو تو یہ حدیث پاک ان پر بھی صادق آسکتی ہے کیونکہ یہ حدیث پاک اب بھی انہی فضائل کے ساتھ موجود ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہی کا ساتھ عطا فرمائیں گے۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ (الطور: 21) اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال کئے اور ان کی اولادوں نے ان کی اتباع کرنے کی کوشش کی تو ہم ان کی اولادوں کو قیامت کے دن ان کے ساتھ اکٹھا کر دیں گے اور ان کے اعمال کی کمی کو پورا کر کے ان کو وہی درجہ عطا فرما دیں گے۔

اس آیت کے تحت مفسّرین نے ایک بات تو یہ لکھی کہ جو علما اور مشائخ کی اولاد ہے ان کے لئے اس آیت میں خوشخبری ہے کہ اگر ان کی اولاد اپنے والدین کی طرح تقویٰ وطہارت کی زندگی اختیار کرنے کی کوشش کریں گی تو اللہ تعالیٰ ان پر نرمی فرما دیں گے اور ان کو ان کے ماں باپ کے ساتھ ملا دیں گے۔ اور دوسری بات یہ لکھی کہ اس آیت میں اساتذہ اور مشائخ کے شاگردوں کے لئے خوشخبری ہے کیونکہ وہ بھی ان کی روحانی اولاد ہوتی ہے۔ اگر ان کو اپنے اساتذہ اور مشائخ کے ساتھ سچی محبّت ہو گی تو ان کا بھی اپنے اساتذہ اور مشائخ کے ساتھ حشر فرما دیا جائے گا۔

علماء نے تفاسیر کے اندر لکھا ہے کہ جن دو بندوں کو اللہ کے لئے محبّت ہو گی اگر ان میں سے ایک اپنے تقویٰ کی وجہ سے بڑا بلند پرواز ہو گا اور اونچے مقامات پائے گا اور دوسرا کوشش تو کرے گا مگر پست پرواز

ہوگا، اگر ان کو اسی محبّت پر موت آئی ہوگی تو اللہ رب العزت قیامت کے دن اس پست پرواز کو بھی اس کے بلند پرواز ساتھی کا مقام عطا فرما دیں گے۔ سبحان اللہ، اللہ کے لئے کی جانے والی محبّت کا اللہ کے ہاں بڑا مقام ہے، اس محبت کے سلامت رہنے کی دعا کیا کریں، کیا معلوم کہ کس بھائی کے ساتھ قائم کیا ہوا دینی تعلّق قبول ہوجائے اور ہماری بخشش کا ذریعہ بن جائے۔

اب یہاں سے پتہ چلا کہ جس بندے کو اپنے شیخ کے ساتھ سچی اور کھری محبّت کا تعلّق ہوگا وہ قیامت کے دن اپنے شیخ کے ساتھ ہوگا، اس کے شیخ کو اپنے شیخ کے ساتھ محبّت تھی وہ ان کے ساتھ، اس طرح یہ بھی اوپر پہنچ گیا، ان کو اپنے شیخ سے محبت تھی، وہ اوپر پہنچے تو یہ بھی پہنچ گیا۔ اسی طرح چلتے چلتے سب کو بالاخر صحابہ میں سے کسی صحابیؓ سے محبّت ہوگی، یہ سب اس صحابیؓ کے ساتھ مل جائیں گے، پھر اس صحابیؓ کو نبی علیہ السّلام سے محبّت ہوگی، جب وہ نبی علیہ السّلام کے ساتھ ملیں گے تو اس کو بھی نبی علیہ السّلام کا ساتھ نصیب ہوجائے گا۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کے ساتھ محبّت کرنے والوں کو قیامت کے دن نبی علیہ السّلام کے قدموں میں جگہ نصیب ہوجائے گی۔

تین منفرد احکام:

اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ایک چیز پر نظریں جمانے کا حکم دیا اور دو چیزوں سے نظریں ہٹانے کا حکم دیا۔ جس چیز پر نظر میں جمانے کا حکم دیا اس کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ

(الکھف: 28) اور تو اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ تھمی رکھ جو صبح وشام اللہ کی رضا جوئی کے لئے اس کو یاد کرتے ہیں اور تو اپنی نگاہیں ان کے چہروں سے اِدھر اُدھر مت ہٹا۔

اب دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ نگاہیں جمانے کا حکم دے رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ اللہ کرنے والے اللہ رب العزت کے ہاں اتنا بلند مقام پا لیتے ہیں کہ پروردگار چاہتے ہیں کہ ان کے چہرے پر نظر پڑے تو جمی رہے۔ اگر نظر ہٹالی تو تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (الکھف:28) کے مصداق ہم دنیاوی زیب و زینت کو چاہنے والے بن جائیں گے۔

یہاں دل میں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ والوں کے چہروں پر نظریں جمانے کا حکم کیوں دیا گیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے چہروں کو دیکھ کر اللہ یاد آجاتا ہے۔ انسان اپنی شکل کو ان کے آئینہ میں دیکھتا ہے جس کی وجہ سے احساس ندامت پیدا ہوتا ہے اور دھیان اللہ رب العزت کی طرف جاتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ بات پسند فرمائی کہ میرے پیارے بندوں کو لوگ محبّت کی نظر دیکھتے رہیں۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کے ایک شاگرد تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کبھی میرے دل پر ظلمت آتی تھی تو میں جا کر اپنے شیخ کے چہرے پر نظر ڈالتا تھا اور میرے دل کی گرہ کھل جاتی تھی۔ یہ اللہ والوں کی زیارت کی تاثیر ہوتی ہے جس کی وجہ سے دل نیکی کی طرف مائل ہوتا ہے۔ ان کی صحبت میں رہ کر دنیا بھول جاتی ہے۔ جتنی دیر بھی ان کے پاس بیٹھا جائے دنیا کا خیال نہیں آتا۔ ان کے دلوں سے دنیا ایسے نکل چکی ہوتی ہے کہ جو بندہ ان کے پاس بیٹھ جائے اس کو بھی دنیا یاد نہیں آتی۔ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبّت اس قدر اتر چکی ہوتی ہے کہ جو بھی ان کے پاس بیٹھ جائیں ان کے دل بھی اللہ تعالیٰ کی محبت سے بھر جاتے ہیں۔

اور جن دو چیزوں سے نظریں ہٹانے کا حکم دیا ہے ان میں سے ایک غیر محرم ہے، فرمایا:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ (النور:30) آپ ایمان والوں کو فرما دیجئے کہ آپ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ یعنی غیر محرموں سے اپنی نگاہوں کو ہٹا لیں۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو مال پیسہ مل جاتا ہے، مسلمان ہو یا کافر، ان کو دوسرے لوگ دیکھ دیکھ کر للچاتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان سے بھی نظریں ہٹانے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ فرمایا،

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ (طٰہٰ:131) اور اے محبوب! ان کو جو کچھ بھی ملا ہے آپ اس پر نگاہ نہ ڈالئے۔ کیونکہ یہ چند دن کی بات ہے۔ گویا فرمایا کہ چار دن کی چاندنی ہے پھر اندھیری رات۔ چونکہ جمال اور مال دونوں بندے کو اپنی طرف کھینچتے ہیں اس لئے اللہ رب العزت نے دونوں پر نظریں جمانے سے منع فرما دیا ہے۔ ان دونوں پر نظریں جمانے کی بجائے اللہ والوں پر نظریں جماؤ، تمہیں اللہ کی محبّت نصیب ہو جائے گی۔

شعاعوں کے ذریعے علاج:

یہ نظر بھی بڑی قیمتی چیز ہے۔ اللہ والوں کو اللہ تعالیٰ نے ایک روحانی قوت دی ہوتی ہے...... دیکھیں کہ سائنس کی دنیا مقناطیس کی شعاعوں کو مانتی ہے۔ ظاہر میں تو مقناطیس دور پڑا ہوتا ہے لیکن لوہے کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ حقیقت میں اس کی شعاعیں لوہے کو اپنی طرف کھینچ رہی ہوتی ہیں...... جس طرح مقناطیس کی شعاعیں لوہے کو کھینچتی ہیں اسی طرح اللہ والوں کے دلوں کی شعاعیں بھی سالکین کے دلوں کو کھینچ رہی ہوتی ہیں اور لوگ کشش محسوس کر رہے ہوتے ہیں...... آج کئی بیماریوں کا شعاعوں سے علاج ہوتا ہے۔ مثلاً لوگ ہاسپیٹل میں جا کر کینسر کا علاج شعاعوں کے ذریعے کرواتے ہیں...... اگر شعاعوں کے ذریعے بدن کی ظاہری بیماریاں ختم ہو سکتی ہیں تو کیا نگاہوں کی شعاعوں سے بدن کی باطنی بیماریاں

دور نہیں ہو سکتیں۔ یاد رکھیں کہ جب بروں کی نظر پڑتی ہے تو لوگ بیمار ہو جاتے ہیں اور جب نیکوں کی نظر پڑتی ہے تو لوگ شفا پا جاتے ہیں۔ اس لئے علامہ اقبال نے کہا،

عقل کے پاس خرد کے سوا کچھ اور نہیں
ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

اللہ کرے کہ ہم بھی کسی کی نظر میں رہنا سیکھیں۔ کہنے والوں نے کہا،

کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا
یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی
آنکھوں میں بس گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہے تھے کسی کی نگاہ میں

جو کسی اللہ والے کی نظر کے سامنے چند دن گزار لیتا ہے تو وہ نظر ایسی تاثیر پیدا کر دیتی ہے کہ اس کی اپنی نظر بھی کام کرنا شروع کر دیتی ہے۔ سبحان اللہ۔

اللہ والوں کی محبّت انسان کے لئے ضروری ہوتی ہے تا کہ اس کی باطنی بیماریاں دور ہوں اور اس کے دل میں اللہ رب العزت کی محبّت سما سکے۔

تعارف کی اہمیت:

ایمان والوں کے ساتھ بھائی چارہ اور دوستی انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ اگر معاشرہ میں رہتے ہوئے انسان سلام، کلام اور پیغام کا سلسلہ نہ رکھے تو زندگی کیسے گزرے گی۔ اسی لئے حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا، اکثروا من معرفة الناس فان لکل مومن شفاعة تم لوگوں سے زیادہ تعارف کیا کرو کیونکہ ہر مؤمن کو شفاعت کا حق حاصل ہے۔

ہوسکتا ہے کہ جب کل قیامت کے دن تمہارا مؤاخذہ ہو رہا ہو تو کوئی ایسا واقف بندہ مل جائے جس کی

بخشش ہو چکی ہو، وہ شفاعت کرے اور تمہاری بخشش کا ذریعہ بن جائے۔ اس لئے ایمان والوں کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ تعارف کیا کریں۔ اللہ تعالیٰ بھی ارشاد فرماتے ہیں۔

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا (الحجرت:13) اور ہم نے تمہارے قبیلے اس لئے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ تعارف کر سکو۔

ہم نے کئی لوگوں کو دیکھا ہے کہ ان کو لوگوں کے ساتھ تعارف کا کوئی خیال نہیں ہوتا۔ اگر چہ یہ چیز مطلوب نہیں ہے لیکن اگر کہیں موقع ملے تو بات چیت کر کے پوچھ لینا چاہیے کہ آپ کون ہیں، کہاں سے ہیں، کیونکہ مسلمان ہونے کی وجہ سے ایک تعلّق ہے۔

بے وفائی کا زمانہ:

ان تعلّقات کو اگر ہم شرعی حدود کے اندر رہ کر مضبوط کریں گے تو اللہ کے ہاں اس کا فائدہ ہوگا۔ لیکن انتہائی افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج ایسی بے وفائی کا زمانہ آچکا ہے کہ سالوں کی رشتہ داریوں کو لمحوں کے اندر توڑ کر رکھ دیتے ہیں۔ خون اتنے سفید ہو گئے ہیں کہ سگا بھائی سگے بھائی سے نہیں بولتا۔ یہ کہاں کی انسانیت ہے اور کہاں کی مسلمانی ہے۔ ان کے درمیان ’’میں‘‘ اور حسد کی وجہ سے ایسی جنگ چل رہی ہوتی ہے کہ وہ ایک دوسرے کی گردن مار دینے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو یہ چیز پسند نہیں ہے۔

دوستی میں دینداری کی اہمیت:

دینی بھائیوں کی اپنی اہمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا،

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (الحجرت:10) بے شک ایمان والے بھائی بھائی ہیں۔

دینی رشتہ خونی رشتہ سے بھی زیادہ گہرا رشتہ ہوتا ہے۔ اس رشتہ کی اپنی ایک مٹھاس اور کشش ہے۔ البتہ انسان جس کو بھی دوست بنائے چاہیے کہ اس کی دینداری کی بنیاد پر اسے دوست بنائے۔ کیونکہ اگر فاسق کو دوست بنائے گا تو خود بھی فاسق بن جائے گا اور اگر نیک آدمی کو دوست بنائے گا تو وہ خود بھی نیک بن جائے گا۔ اسی لئے فرمایا گیا ’اَلْمَرْءُ عَلٰی دِیْنِ خَلِیْلِہٖ فَلْیَنْظُرْ اَحَدُکُمْ مَنْ یُخَالِلَ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، پس تم میں سے ہر کوئی دیکھے کہ وہ کس کو خلیل (دوست) بنا رہا ہے۔

عام مشاہدہ کیا گیا ہے کہ اگر دوستی کی بنیاد نیکی اور تقوٰی پر ہو تو پھر یہ تعلّق اچھا چلتا ہے اور اگر فقط اغراض دنیوی کی بنا پر تعلّق ہو تو الٹا وبال بن جاتا ہے۔

دوستی کے آداب:

امام باقرؒ نے اپنے بیٹے امام جعفر صادقؒ کو نصیحت کی ’’اے بیٹے! پانچ بندوں کے ساتھ ہرگز دوستی نہ کرنا، بلکہ راستے میں چلتے ہوئے اگر وہ تمہارے ساتھ چلیں تو ان کے ساتھ بھی نہ چلنا‘‘۔ امام جعفر صادقؒ نے پوچھا، ابا جان! وہ کونسے پانچ بندے ہیں؟ وہ فرمانے لگے کہ:

ایک جھوٹا انسان ہے۔ پوچھا، کیوں؟ انہوں نے فرمایا کہ جھوٹا انسان دور کو قریب ثابت کرے گا اور قریب کو دور ثابت کرے گا۔ اس طرح وہ تجھے دھوکا دے گا۔

دوسرا انسان فاسق وفاجر ہے۔ فاسق اس آدمی کو کہتے ہیں جس کو اللہ کے حکموں کی پروانہ ہو۔ جب اپنی مرضی ہو تو عمل کر لے اور مرضی نہ ہو تو عمل نہ کرے۔ پوچھا، وہ کیوں؟ فرمایا، اس لئے کہ فاسق انسان تمہیں ایک لقمے یا ایک لقمے سے کم کی قیمت میں بیچ ڈالے گا۔ بلکہ وہ سودا بھی کر دے گا اور بھاؤ کا پتہ

بھی نہیں چلنے دے گا۔ بیٹے نے پوچھا، ابو! ایک لقمے کی تو سمجھ آتی ہے لیکن ایک لقمے سے کم کا کیا مطلب ہے؟ فرمانے لگے، ایک لقمے سے کم سے مراد یہ ہے کہ وہ تجھے ایک لقمہ ملنے کی امید پر بیچ دے گا۔

تیسرا بے وقوف انسان ہے۔ پوچھا بے وقوف سے دوستی کیوں نہ کریں؟ فرمایا، اس لئے کہ وہ تجھے فائدہ پہنچانا چاہے گا لیکن نقصان پہنچا بیٹھے گا۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ بے وقوف دوست سے عقلمند دشمن بہتر ہوتا ہے۔

چوتھا انسان بخیل ہے۔ اس کنجوس اور مکھی چوس بندے سے بھی دوستی نہ کرنا۔ پوچھا، وہ کیوں؟ فرمایا، اس لئے کہ وہ تجھے اس وقت چھوڑ دے گا جب تجھے اس کی بہت زیادہ ضرورت ہوگی یعنی جب تو اس کا محتاج ہوگا تو وہ تجھے دھوکا دے جائے گا

پانچویں نمبر پر فرمایا کہ جو انسان رشتے ناتے توڑنے والا ہو اس سے بھی دوستی نہ کرنا اس لئے کہ قرآن میں اس پر اللہ کی لعنت آئی ہے۔

سبحان اللہ، پہلے زمانے میں ماں باپ نے علم سیکھا ہوتا تھا اس لئے وہ اپنے تجربات کا نچوڑ اپنے بچوں کو بتایا کرتے تھے۔ آج ہے کوئی ایسا باپ جو بچوں سے کہے کہ میں نے معرفت کی یہ چند باتیں سیکھی ہیں، ان کو تم ذہن میں رکھنا۔ اس قسم کی کوئی نصیحت کرتے ہی نہیں، بچوں سے کیا گلہ کریں کہ وہ مانتے نہیں۔ یہ ہماری کمزوری ہے کہ ہم ان کو آداب سکھاتے ہی نہیں۔

حضرت سلطان باہوؒ پاکستان میں ہمارے ہی ضلع (جھنگ) میں ایک بزرگ گزرے ہیں۔ ان کو سلطان العارفین کہا جاتا ہے۔ وہ سلسلہ عالیہ قادریہ کے پہلے دور کے بڑے مشائخ میں سے تھے۔ ان کے پنجابی کے اشعار بڑے ہی معروف ہیں۔ وہ دوستی کے آداب کے بارے میں فرماتے ہیں۔

نال کسنگی سنگ نہ کرئیے کنڑ نوں لاج نہ لائیے ہو
کوڑے کھوہ کدیں مٹھے نہ ہوندے بھانویں لکھ مناں گڑ پائیے ہو
کانواں دے پتر کدیں ہنس نہیں بندے بھانویں موتی چوگ چگائیے ہو
سپاں دے پتر متر نہ ہوندے بھانویں چلیاں ددھ پلائیے ہو
تمے کدیں تربوز نہ ہوندے بھانویں توڑ مکے لے جائیے ہو

برے آدمی کے ساتھ دوستی نہ کریں اور اپنے نسب کو دھبہ نہ لگائیں، کڑوے کنویں کبھی میٹھے نہیں ہو سکتے چاہے تم اس میں لاکھوں من گڑ ڈال دو۔ کوے کے بچے کبھی ہنس نہیں بنا کرتے چاہے تم اس کو موتیوں کی غذا کھلاتے رہو، سانپ کے بچے وفادار نہیں ہو سکتے چاہے چلو میں دودھ لے کر اس کو وہ پلاتے رہیں اور حنظل کبھی تربوز نہیں بنتا چاہے اس پھل کو تم مکے ہی کیوں نہ لے کر چلے جاؤ۔

بات تو بالکل ٹھیک ہے، کچھ لوگ واقعی ایسے ہوتے ہیں جن پر نیکی کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ اگر ایسا دوست ہو تو اس سے بچنے کی ضرورت ہے، وہ کڑوے کنویں کی مانند ہے، سانپ کے بچے کی مانند ہے، کوے کے بچے کی مانند ہے اور وہ حنظل کے پھل کی مانند ہے۔ اس سے جدا رہنا، ورنہ اس کی صحبت تجھے بھی برا بنا دے گی۔ جو آدمی بروں کی دوستی بھی اختیار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ میرا دوست تو واقعی برا ہے لیکن مجھ پر اس کی برائی کا کوئی اثر نہیں ہوتا وہ جھوٹ بولتا ہے۔ یقین جانئے کہ وہ ایسے یقین سے جھوٹ بولتا ہے جیسے یقین سے اللّٰہ کے ولی دین کی دعوت دیتے ہیں۔

بیوی بچوں کی محبّت:

انسان کی زندگی میں بہت سارے تعلّقات جذبات کے ساتھ وابستہ ہوتے ہیں۔ بالخصوص بیوی بچوں کیساتھ بہت ہی جذباتی تعلّق ہوتا ہے۔ اس لئے انسان ان کی خوشی کو اپنی خوشی سمجھتا ہے اور ان کے غم کو

اپنا غم سمجھتا ہے۔ اسے ان کے ساتھ اتنا پیار ہوتا ہے کہ وہ اپنی تکلیف تو برداشت کر جاتا ہے لیکن اس سے ان کی تکلیف برداشت نہیں ہوتی۔ یہ محبّت شرعی محبت ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا،

خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو تم میں سے اپنے اہل خانہ کے لئے بہتر ہے۔

محبّت قابل مذمت کب بنتی ہے؟

ہر چیز کی ایک حد ہوتی ہے۔ جب کوئی چیز حد سے بڑھ جاتی ہے تو وہ نقصان دہ بن جاتی ہے۔ بیوی کی محبّت محمود ہے بشرطیکہ انسان شریعت کی حدود کے اندر رہ کر اس سے تعلّق رکھے۔ جب یہ تعلّق انسان کو غیر شرعی کاموں پر مجبور کر دے تو پھر وہ مذموم بن جاتا ہے۔ کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جو بیوی کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے رشوت لیتے ہیں، دھوکا دیتے ہیں اور معلوم نہیں کہ کون کونسے پاپڑ بیلتے ہیں علاوہ ازیں اولاد کا بہانہ بنا کر ناجائز مال کماتے ہیں۔ اگر ایسی صورتحال ہے تو بیوی بچوں کا یہ پیار ان کے لئے قابل اجر نہیں بلکہ قابل مذمت ہے۔ اسی لئے اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَ اَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ

(التغابن: 14) اے ایمان والو! بے شک تمہاری بیویوں میں سے اور تمہاری اولادوں میں سے تمہارے دشمن ہیں، ان سے بچ کر رہنا۔

بتانے کا مقصد یہ تھا کہ یہ محبّت بڑی اچھی چیز ہے اور اللہ تعالیٰ کو پسند بھی ہے۔ لیکن اس محبّت کی رو میں اتنا نہ بہہ جانا کہ اللہ رب العزت کے حکم ٹوٹنے لگ جائیں اور اس کے محبوب ﷺ کی سنّتیں چھوٹنے لگ جائیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اگر یہ تعلّقات شرعی حدود کے اندر ہیں تو قابل اجر ہیں اور اگر حدود سے نکل جائیں

تو قابل مذمت ہیں کیونکہ ہمارے پاس کسوٹی شریعت محمدی ﷺ ہی ہے۔

مال اور اولاد کے ذریعے آزمائش:

ایک اور جگہ پر ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ اِنَّمَآ اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (التغابن: 15) بے شک تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے فتنہ ہیں۔

یہاں یہ بات ذہن میں رکھنا کہ یہ فتنہ کا لفظ اردو زبان کا لفظ نہیں بلکہ عربی کا لفظ ہے۔ بسا اوقات ایک ہی لفظ مختلف زبانوں میں استعمال ہوتا ہے مگر معانی مختلف ہوتے ہیں۔ مثلاً ''ذلیل'' کا لفظ اردو میں بہت ہی نچلے درجے کے انسان کے لئے استعمال ہوتا ہے جبکہ عربی میں کمزور آدمی کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر قرآن مجید میں ایمان والوں کے لئے فرمایا گیا۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (ال عمرن: 123) اور تمہاری مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم کمزور تھے۔ اسی طرح دلّا کا لفظ عربی زبان میں **Common** (عام) ہے۔ حج وعمرہ کیلئے جائیں تو لوگوں کو وہاں کے مقامی لوگوں کی شرٹوں کے پیچھے ''دلّا'' کمپنی کا نام لکھا ہوا نظر آتا ہے۔ جدہ میں ایک ٹاور کا نام بھی دلّا ٹاور ہے۔ وہاں یہ لفظ بالکل معیوب نہیں ہے۔ جبکہ یہی دلّا کا لفظ اگر اردو میں بولا جائے تو اس کا بہت ہی برا معنٰی بنتا ہے، بلکہ اگر کوئی آدمی کسی کو دلّا کہہ دے تو اسے گالی کے طور پر سمجھا جاتا ہے۔

ہم ۱۹۸۵ء میں جب واشنگٹن گئے تو اس وقت وہاں سعودی عرب کی طرف سے بندر بن سلطان سفیر تھے۔ ہم بیٹھ کر سوچتے تھے کہ پتہ نہیں اس کے والد اس کی پیدائش پر ناراض تھے جس کی وجہ سے اس کا نام بندر رکھا۔ بالآخر پتہ چلا کہ عربی زبان میں بندر خوبصورت انسان کو کہتے ہیں۔ اس وقت ہمیں معلوم

ہوا کہ یہ اردو کے بندر نہیں بلکہ عربی کے بندر ہیں۔

اسی طرح اموال اور اولاد عربی زبان کا فتنہ ہیں اردو کا فتنہ نہیں۔ عربی زبان میں فتنہ آزمائش کو کہتے ہیں اور اردو زبان میں فساد مچانے والے کو فتنہ کہتے ہیں۔

ایک عالم تھے۔ ان کے گھر میں جھگڑا رہتا تھا۔ بالآخر ہمیں سلجھانا پڑا۔ جھگڑا یہ تھا کہ وہ عالم اپنے بچوں کو فتنہ کہہ دیتے تھے اور بیوی کہتی تھی کہ آپ پڑھے لکھے ہونے کے باوجود اولاد کو فتنہ کیوں کہتے ہیں۔ جب ہمیں پتہ چلا اور ہمارے سامنے مسئلہ پیش ہوا تو پھر ہم نے ان کی اہلیہ صاحبہ کو سمجھایا کہ آپ بھی ٹھیک کہتی ہیں اور وہ بھی ٹھیک کہتے ہیں۔ آپ اسے اردو زبان کے معانی میں سمجھ رہی ہیں اور وہ اسے عربی زبان کے معانی میں کہہ رہے ہیں کیونکہ اولاد آزمائش ہوتی ہے۔ ویسے بھی بندے کو اپنی اولاد سے پیار ہوتا ہے اور پیار میں بندہ پتہ نہیں اپنی اولاد کو کیا کچھ کہہ دیتا ہے۔ اتنی باتیں کرنے کے بعد وہ جھگڑا ختم ہوا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اولاد آزمائش کیسے ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اولاد پیاری ہوتی ہے۔ اگر بچہ اتنی عمر کو پہنچ جائے کہ اس پر نماز پڑھنا ضروری ہو جائے تو اسے باپ ایک ہی دفعہ جگاتا ہے، محبّت کی وجہ سے بار بار نہیں جگاتا تاکہ اس کی نیند ڈسٹرب نہ ہو۔ حالانکہ وہ بالغ ہونے کے بعد نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے گنہگار ہو رہا ہوتا ہے۔ باپ محبّت کے ہاتھوں مجبور ہو کر گناہ کروا رہا ہوتا ہے۔ فرض چھوٹ رہے ہوتے ہیں اور باپ اس گناہ میں برابر کا شریک ہوتا ہے۔ اس لئے اولاد کو آزمائش کہا گیا۔ اسی طرح بیوی کو بعض اوقات اس لئے بات نہیں کرتا کہ ناراض نہ ہو جائے۔

شریعت نے بیوی بچوں سے محبّت رکھنے کا بھی حکم دیا ہے اور حدود بھی متعیّن کر دی ہیں۔ اس لئے ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے بیوی بچوں کے ساتھ شریعت کی حدود کے اندر رہ کر تعلّق رکھیں۔

دینداری کے ساتھ حسن سلوک کی ضرورت:

کچھ ایسے لوگوں کو بھی دیکھا ہے کہ جب وہ دین میں آگے بڑھتے ہیں تو ان کا بیوی بچوں سے برتاؤ بہت ہی نامناسب ہوتا ہے۔ یہ چیز بھی بہت غلط ہے۔ جو دین دار بن جائے اس کو تو چاہیے کہ بیوی بچوں پر اور زیادہ مہربان ہو جائے۔ ایسا ہرگز نہ بنیں کہ ان کی بیویاں ان کی دینداری سے توبہ توبہ کریں اور کہیں کہ ایسی دینداری سے تو اللہ کی پناہ۔

کچھ لوگ تو عالم اور سمجھدار ہونے کے باوجود ایسے ہوتے ہیں کہ اگر بیوی نماز میں سستی کر جائے تو ایک دفعہ اسے نماز کے لئے اٹھاتے ہیں۔ اس سے پہلے تو نماز نہ پڑھنے پر ٹوکتے نہیں تھے اور اب وہ ضد کر جاتی ہے۔ پیر صاحب سے بیعت کر کے اگر خود کچھ جاگتے ہیں تو کہتے ہیں کہ بیوی بھی فوراً جاگ جائے...... وہ اتنے سالوں سے سوئی ہوئی ہے وہ کیسے جاگے گی۔ اس کو تو جاگنے میں ٹائم لگے گا...... وہ صبح جگانے سے بھی نہیں جاگتی تو اب صوفی صاحب کا پارہ چڑھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ سوئی پڑی ہے، اسے شرم نہیں آتی، مردار بن کے پڑی ہوئی ہے اور حرام کھاتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ بھی آگے سے ضد کرے گی۔ اس سے کام الٹا بگڑے گا۔ اس لئے جو لوگ دینی وضع قطع کو اختیار کریں ان کو چاہیے کہ اس کی ایسی لاج رکھیں کہ اس کے بچے اور بیوی خوشی محسوس کریں کہ ہم ایک دین دار شخصیت کے زیر سایہ زندگی گزار رہے ہیں۔ ورنہ ہم نے ایسی اولاد بھی دیکھی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر دینداری یہی ہے جیسی ہمارے ابو میں ہے تو ہم اس سے باز آئے۔ اس میں دین کی کسی قسم کی کمزوری کا اظہار نہیں ہوتا بلکہ ذاتی کمزوریاں ہوتی ہیں، مگر چونکہ گھر والے بھگت رہے ہوتے ہیں اس لئے وہ ایسی باتیں کرتے نظر آتے ہیں۔

مسلمان بننے میں رکاوٹ:

بیرون ملک میں ایک صاحب ہمارے دوست تھے۔ انہوں نے اہل کتاب میں شادی کی ...... نام اہل کتاب کا ہوتا ہے جبکہ چٹی چمڑی کی محبّت ہوتی ہے ...... وہ کہنے لگے کہ جی میں نے اہل کتاب میں شادی کر لی ہے۔ ہم سمجھ گئے اور کہا کہ ٹھیک ہے، جو کتاب آپ نے پڑھنی ہے وہ آپ کو مل گئی ہے۔

وہ ایک دن میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ میں اور میری بیوی کچھ وقت لے کر آنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا، بہت اچھا۔ چنانچہ وہ اپنی بیوی کو لے کر آئے۔ ان کی بیوی کو پردے میں بٹھا دیا گیا۔ اس نے کہا ، میں آپ سے ایک سوال پوچھنا چاہتی ہوں۔ میں نے کہا، ضرور پوچھیں۔ اس نے اسلام کے بارے میں کچھ سوال پوچھے۔ اس عاجز نے ان کے جوابات دیئے۔ دس پندرہ منٹ کے بعد وہ مطمئن ہو گئی۔ حتیٰ کہ اس نے کہہ بھی دیا کہ میں اسلام سے بہت ہی **Satisfied** (مطمئن) ہوں۔ یہ سن کر میں نے کہا، پھر آپ مسلمان کیوں نہیں بن جاتیں۔ وہ اپنے خاوند کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگی کہ اس بندے سے پوچھیں کیونکہ اس کی وجہ سے میں مسلمان نہیں بن رہی۔ وہ خاوند کے سامنے بیٹھ کر کہنے لگی کہ نام اس کا عبداللہ ہے اور اس کے کام شیطانوں والے ہیں، جس دن یہ سیدھا ہو جائے گا میں بھی اس دن کلمہ پڑھ لوں گی۔ وہ بندہ اپنی بیوی کے لئے دین میں آنے میں رکاوٹ بنا ہوا تھا۔

وہ طبیعت کا تو اچھا تھا مگر اصل رکاوٹ یہ تھی کہ اس میں غصہ بہت تھا۔ ذرا ذرا سی بات پر غصے میں آجاتا اور بیوی کو ایسی ایسی گالیاں دیتا تھا کہ اللہ کی پناہ۔ وہ کہتی تھی کہ یہ انسان تو نہیں ہے بلکہ ایک جانور کی طرح ہے ...... ویسے بھی جو آدمی معمولی سی باتوں پر غصہ میں آکر برتن توڑنے پر آجائے اور خونخوار نظر آئے اس کو انسان کون کہے گا؟ تو انسان ایسا بھی دیندار نہ بنے کہ اس کی دینداری کو دیکھ کر لوگ دین میں آنے سے رک جائیں۔ اسے چاہیے کہ دین کی لاج رکھتے ہوئے ان کے ساتھ اتنا اچھا سلوک

کرے کہ وہ خوشی کے ساتھ دین میں داخل ہو جائیں۔

نبی اکرم ﷺ کا اپنے اہل خانہ سے برتاؤ:

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اپنے اہل خانہ کے ساتھ بہت ہی محبّت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ میں تم میں سے اپنے اہل خانہ کے لئے سب سے بہتر ہوں۔

ایک مرتبہ آپ ﷺ اپنے گھر تشریف لائے۔ اس وقت سیدہ عائشہ صدیقہؓ پیالے میں پانی پی رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے دور سے فرمایا، حمیرا! میرے لئے بھی کچھ پانی بچا دینا۔ ان کا نام تو عائشہ تھا لیکن نبی علیہ السّلام ان کو محبّت کی وجہ سے حمیرا فرماتے تھے۔ اس حدیث مبارکہ سے پتہ چلا کہ ہر خاوند کو چاہیے کہ وہ اپنی بیوی کا محبّت میں کوئی ایسا نام رکھے جو اُسے بھی پسند ہو اور اِسے بھی پسند ہو۔ ایسا نام Symbol of Love (محبّت کی علامت) ہوتا ہے۔ اور جب اس نام سے بندہ اپنی بیوی کو پکارتا ہے تو بیوی Closeness (قرب) محسوس کرتی ہے۔ یہ سنت ہے۔

نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے جب فرمایا کہ حمیرا! میرے لئے بھی کچھ پانی بچا دینا تو سیدہ عائشہ صدیقہؓ نے کچھ پانی پیا اور کچھ پانی بچا دیا۔ نبی علیہ السّلام ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہوں نے پیالہ حاضر خدمت کر دیا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب نبی علیہ السّلام نے وہ پیالہ ہاتھ میں لیا اور آپ ﷺ پانی پینے لگے تو آپ ﷺ رک گئے اور سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے پوچھا، حمیرا! تو نے کس جگہ سے منہ لگا کے پانی پیا تھا؟ انہوں نے نشاندہی کی کہ میں نے یہاں سے پانی پیا تھا۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ نبی علیہ السّلام نے پیالے کے رخ کو پھیرا اور اپنے مبارک لب اسی جگہ پر لگا کر پانی نوش فرمایا۔

جب خاوند اپنی بیوی کو ایسی محبّت دے گا تو وہ کیونکر گھر آباد نہیں کرے گی۔

اب سوچئے کہ رحمتہ للعالمین تو آپ ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔ آپ سید الاولین والآخرین ہیں۔ اس کے باوجود آپ ﷺ نے اپنی اہلیہ کا بچا ہوا پانی پیا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ آپ A کا بچا ہوا پانی وہ پیتیں، مگر یہ سب کچھ محبّت کی وجہ سے تھا۔

ایک مرتبہ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام گھر میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا، حمیرا! تم مجھے مکّھن اور چھوہارے ملا کر کھانے سے زیادہ محبوب ہو۔ وہ مسکرا کر کہنے لگیں، اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھے آپ مکّھن اور شہد ملا کر کھانے سے زیادہ محبوب ہیں۔ نبی علیہ السّلام نے مسکرا کر فرمایا، حمیرا! تیرا جواب میرے جواب سے زیادہ بہتر ہے۔

نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے دل میں جتنی خشیت الٰہی تھی اس کا تو ہم اندازہ ہی نہیں لگا سکتے۔ مگر آپ ﷺ کا اپنے اہل خانہ کے ساتھ موانست، پیار اور محبّت کا تعلّق تھا۔ یہ چیز عین مطلوب ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس چیز کو پسند کرتے ہیں۔

سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام جب بھی گھر تشریف لاتے تھے تو ہمیشہ مسکراتے چہرے کے ساتھ تشریف لاتے تھے۔ اس حدیث پاک کے آئینہ میں ذرا ہم اپنے چہرے کو دیکھیں کہ جب ہم اپنے گھر آتے ہیں تو تیوریاں چڑھی ہوتی ہیں۔

مسکراہٹ محبّت کا سرچشمہ ہے:

کراچی کے ایک صاحب کا ہمارے ساتھ تعلّق تھا۔ ایک مرتبہ وہ میاں بیوی دونوں ملنے آئے۔ وہ کہنے لگے، حضرت! ہماری شادی کو چار سال ہو چکے ہیں اور ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اب ہمارا گزارہ مشکل ہے، کہ ہم دونوں آپ سے بیعت ہیں، حاضر اس لئے ہوئے ہیں کہ آپ سے اجازت بھی لے لیں اور

نصیحت بھی لے لیں تا کہ آپ ناراض بھی نہ ہوں کہ تم نے تو بتایا ہی نہیں۔ یہ میاں صاحب کے الفاظ تھے۔ اب انہوں نے آکر کچھ باتیں تو بتائیں۔ ایسے حالات میں پیروں کا کام یہ ہوتا ہے کہ Read in between the line (بین السطور اصل حقیقت کو سمجھیں)۔ کچھ تو مرید آکر بتاتے ہیں اور کچھ ان کو پڑھنا پڑتا ہے کہ اندر کی بات کیا ہے۔ خیر اندر کی بات کا پتہ چل گیا کہ ان دنوں خاوند کا کاروبار کچھ مشکل سا بنا ہوا ہے اور وہ جب گھر آتے ہیں تو وہی تفکّرات اور وہی سوچیں انہیں گھیرے رکھتی ہیں۔ بیوی اس وقت کھانا کھاتی ہے جب وہ گھر آتے ہیں اور جب وہ گھر آتے ہیں تو ان کا موڈ بنا ہوتا ہے۔ ایسے حالات میں تو گھر میں محبّت والا ماحول پیدا نہیں کیا جا سکتا۔

میں نے ان سے کہا کہ آپ جس فیصلہ کن نتیجے پر پہنچے ہیں اس کے لئے آپ چھ مہینے انتظار کریں۔ وہ کہنے لگے، جی بہت اچھا۔ میں نے کہا، خاوند یہ وعدہ کرے کہ وہ ایک کام کرے گا۔ اس نے کہا، جی حضرت! میں ضرور کروں گا۔ میں نے کہا کہ وعدہ یہ لینا ہے کہ آپ جب بھی گھر آئیں گے، آپ اپنی اہلیہ کو دیکھ کر مسکرائیں گے۔ ان کو یہ چھوٹی سی بات نظر آئی۔ وہ کہنے لگا، جی حضرت! بہت اچھا۔ وہ اس وقت اس بات کی حقیقت کو نہ پا سکے۔

اب بتائیں کہ بیوی انتظار میں ہو، مل کر کھانا کھانا چاہتی ہو، خاوند کے لئے دروازہ کھولے اور خاوند کی اس پر نظر پڑے اور وہ مسکرائے تو بہاریں شروع ہو جاتی ہیں یا نہیں۔

میں نے ان کو چھ مہینے کی مہلت دی تھی۔ انہوں نے اس نصیحت پر عمل شروع کر دیا۔ چنانچہ چھ مہینے تو کیا ایک مہینے کے بعد فون آیا کہ حضرت! جتنی محبّت کی زندگی ہم اب گزار رہے ہیں ہم نے اس کے بارے میں کچھ سوچا بھی نہیں تھا...... ذرا سوچئے کہ ایک مسکراہٹ نہ ہونے کی وجہ سے دونوں کی زندگی تلخ ہو کر رہ گئی تھی جہاں نبی علیہ السّلام کی ایک سنت کے چھوٹنے پر گھر اجڑنے کی نوبت آ رہی تھی وہاں وہی سنت

زندہ کرنے پر گھر جنت کا منظر پیش کرنے لگا۔

اللہ کی محبّت کی چھتری:

آدمی کو چاہیے کہ بچوں کی محبّت کی وجہ سے شریعت مطہرہ کے احکام کو پس پشت نہ ڈال دے۔ مثلاً بچے یہ ضد کریں کہ ابو ہمیں تو آپ ٹی وی لے کر دیں۔ بچوں کی ایسی ضد کوئی اچھی چیز نہیں ہے کیونکہ شریعت کے خلاف ہے۔ ایسے لوگ نام تو بچوں کا لیتے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اپنی دلی مراد پوری کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ بچے ہمسایوں کے گھر میں جا کر ٹی وی دیکھتے تھے اس لئے ہم نے کہا کہ اس سے تو بہتر ہے کہ اسے اپنے ہی گھر میں لا کر دے دیں۔ یہ تو ایسے ہی ہوا کہ

فَرَّ مِنَ الْمَطَرِ قَامَ تَحْتَ الْمِيْزَابِ بارش سے بھاگا پرنالے کے نیچے آ کر کھڑا ہو گیا۔

بَنٰى قَصْرًا وَهَدَمَ مِصْرًا محل بنا دیا اور شہر اجاڑ دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جو لوگ گھر میں ٹی وی لا کر رکھتے ہیں وہ ایمان کی ٹی بی لا کر رکھتے ہیں۔ جس طرح جس انسان کے اندر ٹی بی کے جراثیم آ جائیں تو وہ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے اسی طرح جس گھر میں ٹی وی کے جراثیم آ جائیں وہ ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

شریعت میں ایسی باتیں مطلوب نہیں ہیں۔ اس لئے یہ بات ذہن میں رکھئے کہ ان محبّتوں کی ایک حد ہے کہ یہ سب محبّتیں اللہ رب العزت کی محبّت کے نیچے رہنی چاہئیں۔ اس سلسلہ میں قرآن کا فیصلہ سنئے۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ ِۣ
اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ
رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (التوبہ: 24)

اگر ان تمام چیزوں کی محبت اللہ کی محبّت، اس کے رسول ﷺ کی محبت اور اس کے راستے میں جہاد کرنے کی محبّت سے زیادہ بڑھ گئی تو پھر انتظار کرو، حتی کہ اللہ تمہارے اوپر اپنے عذاب کا کوڑا کھینچ لے گا۔ یہ سب محبّتیں اللہ کی محبّت کی چھتری کے نیچے رہنی چاہئیں۔ اگر اللہ کی محبّت کی چھتری ہٹ گئی تو یہ سب محبّتیں ناجائز ہو جائیں گی۔ یہاں اللہ تعالیٰ بتانا یہ چاہتے ہیں کہ یہ محبّتیں ٹھیک ہیں لیکن جب یہ اللہ کی محبّت کے راستے میں رکاوٹ بننے لگ جائیں تو پھر تمہیں چاہیے کہ تم ان محبّتوں کو پاؤں کے نیچے ڈال کر آگے قدم بڑھاؤ کیونکہ تمہاری منزل کوئی اور ہے۔

محبّت یا نفسانیت:

ایک محبّت انسانوں کے درمیان نفسانی خواہشات کی وجہ سے ہوتی ہے۔ ایسی محبّت کو شریعت میں حرام کہا گیا ہے۔ اس محبّت کا تعلّق شہوت کے ساتھ ہوتا ہے اس لئے محبّت کا لفظ استعمال کرنا ہی نہیں چاہئے کیونکہ وہ تو حقیقت میں نفسانیت اور شیطانیت ہے۔ وہ محبّت انسان کو مجبور کرتی ہے کہ دوسروں کے ساتھ خلاف شرع تعلّقات بنائے۔ ایسے تعلّق کی انتہا یہ ہے کہ جب آدمی کی شہوت پوری ہو جاتی ہے تو یہ تعلّق بھی ختم ہو جاتا ہے۔ انسان کے اندر کی گندگی اسے ایسے تعلّقات کے لئے مجبور کرتی ہے۔ ان شہوانی محبّتوں سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے۔

ایسے لوگ مختلف شکلیں پسند کرتے پھرتے ہیں۔ ارے! دنیا میں تو مختلف ٹھپے چل پھر رہے ہوتے ہیں، تم کس کس ٹھپے کو پسند کرو گے۔ شریعت نے فرما دیا ہے کہ جو چیز تمہارے لئے حلال ہے اس سے محبّت کرنا مستحسن عمل ہے اور جس چیز سے منع کر دیا ہے اسے تم آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو۔ گویا Nip the evil in the bud (برائی کو شروع میں ہی دبا دو) کے مصداق سمجھا دیا کہ تم ایسی چیزوں کو دیکھ بھی نہیں سکتے۔ لیکن کئی مرتبہ انسان ایسے تعلّقات میں پھنس جاتا ہے۔ بلکہ سچ کہوں کہ ایسے تعلّقات

میں دھنس جاتا ہے۔ پھنسنے اور دھنسنے میں فرق ہوتا ہے۔ پھنسا ہوا بندہ خود زور لگائے تو نکل آتا ہے لیکن دھنسا ہوا بندہ خود اس میں سے نہیں نکل پاتا، وہ جتنا زور لگاتا ہے وہ اتنا ہی اور زیادہ دھنستا ہے، اسے کوئی نکالنے والا چاہیئے۔

ایسے موقع پر اللہ والے کام آتے ہیں۔ وہ ان کے لئے اللہ کے حضور دعائیں مانگتے ہیں، ان کی طرف سے معافی مانگتے ہیں، رو رو کر اللہ کو مناتے ہیں، ان کو توجہات دیتے ہیں اور انہیں سمجھاتے ہیں۔ بالآخر اس بندے کے لئے اس دلدل سے نکلنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور وہ گناہوں کی دلدل میں دھنسا ہوا بندہ باہر نکل آتا ہے۔

شہوانی محبّت کا جنون:

انسان میں شہوانی محبّت جنون کی حد تک پیدا ہو جاتی ہے حتیٰ کہ وہ اس محبّت میں پاگل ہو جاتا ہے۔ عرب میں قیس نامی ایک آدمی تھا۔ اس کو کسی خاتون سے تعلّق ہو گیا۔ اگرچہ وہ خاتون رات کی طرح کالی تھی اور اس کے ماں باپ نے بھی اس کا نام لیلیٰ رکھ دیا تھا لیکن قیس اس کی محبّت میں دیوانہ ہو گیا۔

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت کا زمانہ تھا۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی آپس میں صلح ہوئی۔ حدیث پاک میں بھی ان دونوں کے لئے فرمایا گیا، **فِئَتَیۡنِ عَظِیۡمَتَیۡنِ** ۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبرداری کا اعلان کیا۔ اگلے دن سیدنا حسن رضی اللہ عنہ جا رہے تھے کہ راستے میں ان کو قیس مل گیا۔ اس کو سلام کیا۔ پھر سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا، قیس! یہ میں نے اچھا کیا ہے نا کہ میں نے حکومت انہی کے سپرد کر دی ہے جو اس کے زیادہ اہل تھے۔ قیس خاموش رہا۔ انہوں نے پھر پوچھا، قیس! تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ قیس کہنے لگا، جی سچی بات تو یہ ہے کہ حکومت لیلیٰ

کو سجتی ہے۔ یہ سن کر سیدنا حضرت حسنؓ نے فرمایا، اَنْتَ مَجْنُونٌ (تو پاگل ہے) اس وقت سے اس کا نام مجنون پڑ گیا۔ اس کا یہ نام اتنا مشہور ہوا کہ اس کے اصل نام سے بہت لوگ واقف ہیں۔

مجنون کے والد نے ایک مرتبہ اسے کہا، تیری وجہ سے میری بڑی بدنامی ہوتی ہے، چل تجھے بیت اللہ شریف لے جاتا ہوں اور وہاں جا کر اس تعلّق سے توبہ کراتا ہوں۔ چنانچہ وہ اپنے والد کے ساتھ مقام ابراہیم پر پہنچ گیا۔ وہاں کھڑے ہو کر اس کے والد نے اسے کہا کہ اب دعا کرو کہ اے اللہ! میں لیلیٰ کی محبّت سے توبہ کرتا ہوں۔ اس نے والد کے کہنے پر ہاتھ تو اٹھا لیے مگر دعا کرتے ہوئے کہنے لگا،

الٰھی تبت من کل المعاصی و لٰکن حب لیلیٰ لا اتوب

اے اللہ! میں سب گناہوں سے توبہ کرتا ہوں لیکن لیلیٰ کی محبّت سے توبہ نہیں کرتا۔

جب اس نے یہ کہا تو اس کے والد نے غصے سے اس کی طرف دیکھا اور جب والد نے غصے سے اس کی طرف دیکھا تو اس نے دوسری دعا مانگی

الٰھی لا تسلبنی حبھا ابدا و یرحم اللہ عبدا قال آمیناً

اے اللہ! اس کی محبّت کبھی بھی میرے دل سے سلب نہ کرنا اور جو بندہ اس دعا پر آمین کہہ دے اس کی بھی مغفرت کر دینا۔

ایک آدمی نے سوچا کہ لیلیٰ کا بڑا نام سنا ہے، ذرا دیکھوں تو سہی کہ وہ حور پری کون سی ہے جس کی مجنوں کے ساتھ اتنی باتیں مشہور ہیں۔ اس نے دیکھا تو وہ عام عورتوں سے بھی گئی گزری تھی۔ لہٰذا اس نے دیکھتے ہی اسے کہا،

از دگر خوباں تو افزوں نیستی

اے خاتون! کیا بات ہے کہ تو دوسری حسین عورتوں سے بڑھی ہوئی تو نہیں ہے۔

وہ کہنے لگی،

گفت خامش چوں تو مجنوں نیستی

اس نے کہا، تو چپ ہو جا کیونکہ تو مجنوں نہیں ہے۔

یعنی اگر تو مجھے مجنوں کی نظر سے دیکھے گا تو ساری دنیا کی حسین عورتوں سے زیادہ میں تجھے حسین نظر آؤں گی۔ ایسی محبّت کو محبّت نہیں کہتے بلکہ پاگل پن کہتے ہیں۔

ایک دفعہ مجنوں کتے کو بیٹھا چوم رہا تھا۔ کسی نے کہا، ارے مجنوں! تو کتے کو چوم رہا ہے۔ کہنے لگا، ہاں میں اسے اس لیے چوم رہا ہوں کہ یہ اس دیار سے ہو کر آیا ہے جہاں لیلیٰ رہتی ہے۔

محبّت مجازی کی پہچان:

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام سے دوسرے صحابہؓ کی نسبت بڑے مزے کے سوال پوچھتے تھے۔ اس سے بات سمجھنے کے لئے ہمارے لیے بڑی آسانی ہوگئی ہے۔ انہوں نے ایک مرتبہ نبی علیہ السّلام سے پوچھا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں کے دلوں میں جو مخلوق کی محبّت آجاتی ہے اس کی پہچان کیا ہے؟ نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا۔ سهر الليالي و ارسال للالي انسان راتوں کو جاگتا ہے اور موتی بہاتا ہے۔ یعنی اس کا دل اس کے بس میں نہیں ہوتا اور یہ تعلّق اس کو اتنا مجبور کر دیتا ہے کہ اسے راتوں کو نیند نہیں آتی۔ اور آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑیاں گرتی رہتی ہیں۔

شریعت مطہّرہ کا حسن و جمال:

ان مصیبتوں سے انسان کیسے بچ سکتا ہے؟ اگر انسان شریعت و سنت کا ہار گلے میں پہن لے تو وہ ان

مصیبتوں سے بچ سکتا ہے۔ شریعت مطہّرہ کا حسن و جمال دیکھئے کہ اس میں گناہ کا شروع ہی سے راستہ روک دیا گیا ہے۔ پہلی شریعتوں کی نسبت دین اسلام کو مکمّل شریعت کہا جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شریعت میں جس کام سے روکنا تھا اس کی مبادیات سے بھی روک دیا گیا۔

مثال کے طور پر شرک سے روکنا تھا تو شریعت نے تصویر بنانے سے ہی روک دیا۔ کیونکہ شرک اس وقت ہوتا ہے جب انسان بت بناتا ہے۔ تصویر میں بت پرستی کی ابتدا ہے اور بت میں اس کی انتہا ہے۔ گویا جس منزل پر جانے سے روکنا تھا اس منزل کی طرف پہلا قدم اٹھانے سے بھی روک دیا۔ جیسے لوگ کہتے ہیں کہ جس راستے پر جانا نہیں اس کا فاصلہ کیا پوچھنا۔

اسی طرح شریعت نے زنا سے منع کرنا تھا تو مطلقاً یہ نہیں کہا کہ زنا نہ کرنا بلکہ فرمایا:

وَ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓی (بنیٓ اسرآئیل:32) اور تم زنا کے قریب بھی نہ جانا۔

یہاں قریب بھی نہ جانے کا مطلب یہ ہے کہ کسی اجنبی نامحرم کے ساتھ تنہائی میں بھی نہ بیٹھنا اور گفتگو بھی نہ کرنا۔ کیونکہ یہ زنا کی ابتدا ہے۔ جب ابتدا ہی سے روک دیا جائے گا تو آگے بات ہی نہیں چلے گی۔

زنا کے لئے سب سے پہلا قدم:

میں پھر کہہ رہا ہوں کہ زنا کے لئے سب سے پہلا قدم اجنبیہ سے بات کرنا ہے۔ یہ اصول یاد رکھنا۔ کیونکہ قرآن عظیم الشان کا یہی فیصلہ ہے۔ اسی لئے شریعت نے عورتوں کو حکم دیا کہ تم اگر کسی غیر محرم کے ساتھ کسی ضرورت کے تحت بات کرو تو فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ (الاحزاب:32) پس تم اپنے لہجے میں نرمی نہ رکھو۔ یعنی لہجے میں تھوڑی سی سختی رکھو، نپے تلے الفاظ استعمال کرو، ایسے الفاظ کہو کہ اس آدمی کو اگلی بات پوچھنے کا موقع ہی نہ ملے، وہ جو بات پوچھنا چاہتا ہے وہ بھی آدھی پوچھے اور پھر بات کرنا بند کر دے۔

کیونکہ بات یہیں سے آ کر سمٹتی ہے کہ گناہ کا راستہ وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں عورت غیر محرم سے نرم لہجے میں بات کرتی ہے۔ اس لئے شریعت نے نرم لہجے میں بات کرنے سے بھی منع کر دیا۔ گویا شیطان جن راستوں سے گزر سکتا تھا شریعت نے وہ سب راستے بند کر دیئے۔ لہٰذا جو انسان شریعت کے مطابق زندگی بسر کرے گا وہ شیطان کے اثرات سے محفوظ رہے گا۔

دوزخ کے ساتھ بات چیت:

آج تو یہ حالت ہو چکی ہے کہ نوجوان کزنوں سے اور اجنبی عورتوں سے بات کرنے کے مواقع ڈھونڈ رہے ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم صرف بات ہی کرتے ہیں۔ یہ شیطان کا بڑا دھوکا اور اس پر جلتی کا کام **Cell phone** نے کر دیا ہے۔ آج کل کے ماں باپ بچوں اور بچیوں کو خود خرید کر دیتے ہیں اور وہ ہر وقت اپنے پاس رکھتے ہیں۔ میں نے کئی ملکوں میں بچوں کے پاس سیل فون دیکھے ہیں۔ میں انہیں کہتا ہوں کہ تمہارے پاس **Cell phone** نہیں بلکہ تمہارے پاس **Hell phone** ہے کیونکہ غیر محرموں سے بے تکلفانہ بات چیت کرنا دوزخ کے ساتھ بات چیت کرنا ہے۔

بات کرنے کے بعد ملاقات کی تمنا:

ایک بات یاد رکھیے کہ جب بے تکلفانہ باتیں ہوں گی تو پھر ملاقات کرنے کو بھی جی چاہے گا۔ اس کی دلیل قرآن عظیم الشان سے ملتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرامؑ دنیا میں بھیجے۔ ان تمام انبیائے کرام میں سے صرف ایک نبیؑ ایسے ہیں جنہوں نے اللہ سے کہا،

رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ (الاعراف:143) اے پروردگار! مجھے اپنا آپ دکھا دیجئے تا کہ میں آپ کو دیکھوں۔ یہ مطالبہ کرنے والے موسیٰ کلیم اللہؑ تھے۔ وہ اللہ تعالیٰ سے باتیں کیا کرتے تھے۔ گویا جن کو

باتیں کرنے کا موقع ملا، ملاقات کرنے کے لئے بھی انہی کا دل چاہا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جہاں بات شروع ہوتی ہے وہاں دیکھنے کا قدم بھی لازمی اٹھتا ہے اور جب دیکھیں گے تو پھر تیسرا قدم بھی اٹھے گا۔

نہ تو خدا ہے نہ میرا عشق فرشتوں جیسا
دونوں انساں ہیں تو کیوں اتنے حجابوں میں ملیں

پاکیزگی کے لئے دو چیزوں کی حفاظت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ (النور:30) اے محبوب! ایمان والوں کو فرما دیجئے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اس میں ان کیلئے خوب پاکیزگی ہے اور اللہ جانتا ہے جو وہ کرتے ہیں۔ گویا پاکیزگی کے لئے نگاہوں اور شرمگاہوں کی حفاظت کی ضرورت ہے۔

آیت کے معارف:

اس آیت کے اندر کچھ معارف ہیں لہٰذا انہیں دل کے کانوں سے سنئے گا۔

☆...... اللہ رب العزت نے اس آیت کو قُلْ سے شروع کیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السّلام کو واسطہ بنایا، ڈائریکٹ حکم پاس نہیں کیا جیسے روزے کا حکم ڈائریکٹ دیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اے میرے محبوب ﷺ! جب میرے احکام آپ پہنچائیں گے اور یہ آپ کی زبان مبارک سے سنیں گے تو یہ اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے، اگر عمل نہیں کریں گے تو دنیا اور آخرت میں آپ کے سامنے شرمندہ ہوں گے۔ کوئی بندہ نبی کریم ﷺ کے سامنے شرمندہ ہو تو یہ چھوٹی بات ہے اور اگر اسے ڈائریکٹ اللہ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑا تو یہ اس سے بھی اونچی بات ہوگی۔ لہٰذا اللہ رب العزت نے امت کے اوپر

شفقت کی وجہ سے اس حکم کو نبی ﷺ کی وساطت سے دلوایا تا کہ میرے محبوب ﷺ میرا حکم Pass On کریں اور پھر بھی یہ کوتاہی کر گئے تو میں اپنی رحمت کے ساتھ ان کے ساتھ معافی کا معاملہ کر دوں گا لیکن اگر حکم بھی میں نے دیا اور میرے ہی حکم کو توڑیں گے تو پھر وہ میری رحمت کے مستحق کیسے ہوں گے اس لئے قُــــل کہہ کر حکم پہنچایا۔ جیسے باپ نے اگر بیٹے کو کوئی کام کہنا ہو تو بعض دفعہ صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ آپ ہی بیٹے کو کہہ دیں۔ جیسے اس کے اس طرح کہنے میں حکمت ہوتی ہے اسی طرح اس آیت کو قل کے ساتھ شروع کرنے بھی یہ حکمت تھی۔

☆...... دوسری بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اس آیت میں للمؤمنین فرمایا۔ یہاں لبنی آدم یا للناس نہیں فرمایا، کہ بنی آدم سے کہہ دیں یا انسانوں سے کہہ دیں بلکہ یہ فرمایا کہ ایمان والوں سے کہہ دیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے ایمان والو! یہ کفار تو ہیں ہی جہنمی، ان کو اس بات کے کہنے کا فائدہ ہی نہیں ہے اور تم تو ہو ہی جنتی، اس لئے گویا یوں فرمایا کہ اے جنت میں جانے والو! ہم تمہیں ایک حکم اس توقع پر دے رہے ہیں کہ تم اس حکم کو جلدی پورا کر دو گے۔

غیر محرم کو دیکھنے کا عذاب:

حدیث پاک میں آیا ہے:

☆ جس نے کسی اجنبی غیر محرم عورت کی طرف دیکھا تو قیامت کے دن اس کی آنکھوں کے اندر پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا۔

☆ ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ اس کی آنکھ میں قیامت کے دن انگارے ڈالے جائیں گے۔ اور ایک اور حدیث پاک میں ہے کہ اس کی آنکھ میں قیامت کے دن فرشتے لوہے کی سلاخیں

ڈالیں گے۔

محدثین نے ان تینوں حدیثوں کو جمع کرلیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ کسی کو یہ عذاب ہوگا، کسی کو یہ عذاب ہوگا اور کسی کو یہ عذاب ہوگا۔ وہ فرماتے ہیں کہ تینوں عذاب بھی ہو سکتے ہیں اور تینوں میں سے کوئی ایک بھی ہو سکتا ہے۔

ایک اور حدیث پاک میں ہے:

جس بندے نے اس جگہ پر ایک نگاہ ڈالی جس پر ڈالنے سے اس کو منع کیا گیا تھا اس ایک نظر کے بدلے میں اسے جہنّم میں چالیس سال تک جلنا پڑے گا۔

یعنی ہر ایک نظر کے بدلے چالیس سال تک جہنّم میں جلنا پڑے گا۔

ایک اور حدیث پاک میں فرمایا: اَلنَّظْرُ بِالشَّهْوَةِ سَهْمٌ مَسْمُوْمَةٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ

شہوت کی ایک نظر ابلیس کے تیروں میں سے زہر سے بجھا ایک تیر ہوتا ہے۔

شہوت بھری نظر زہر والا ایک تیر ہوتا ہے جو سیدھا بندے کے دل پر آکر لگتا ہے اور بندے پر اس کا برا اثر پڑتا ہے۔ اس لئے ہمارے اسلاف فرماتے تھے کہ

اَلْعَيْنُ عَيْنُ الْمَعَاصِيْ آنکھ گناہوں کا چشمہ ہے۔

اور بعض نے فرمایا: اَلنَّظْرُ اَسَاسُ الذُّنُوْبِ انسان کی نظر گناہوں کی بنیاد ہے۔

نوجوانوں کی نجات کی ایک صورت:

ایک دفعہ ایک نوجوان صحابی رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کیف النجاۃ؟ ہم نوجوانوں کے لئے نجات کس میں ہے؟

نبی علیہ السّلام نے ارشاد فرمایا، اِحْفَظْ عَيْنَكَ اپنی آنکھوں کی حفاظت کر۔

معلوم ہوا کہ نوجوانوں کی نجات اس بات میں ہے کہ وہ اپنی آنکھوں کی حفاظت کریں۔

ایک شیطانی دھوکا:

جو لوگ یہ سوچتے ہیں کہ ہم غیر محرم کو دیکھتے ہیں مگر ہم پر اثر نہیں ہوتا، وہ بڑے دھوکے میں ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔ کیونکہ قرآن مجید میں مردوں کو بھی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا گیا اور عورتوں کو بھی نگاہیں نیچی رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا:

ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ (الاحزاب:53) اس میں خوب پاکیزگی ہے تمہارے اور ان کے دلوں کیلئے۔ تو معلوم ہوا کہ جب قرآن یہ کہہ رہا ہے تو جو کہتا ہے کہ میرے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا وہ جھوٹ بول رہا ہوتا ہے۔ اگر کوئی عورت یہ کہے کہ مجھ پر کوئی اثر نہیں ہوتا تو وہ بھی جھوٹ بول رہی ہوتی ہے۔ کیونکہ اس آیت میں مذکر اور مونث دونوں کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں۔

فحش کام حرام ہیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ (الاعراف:33) اے میرے محبوب ﷺ! آپ فرما دیجئے کہ میرے رب نے فحش کاموں کو حرام فرما دیا جو ظاہر میں ہیں یا باطن میں۔

علماء نے لکھا ہے کہ جو ظاہر میں ہیں ان سے مراد زنا کرنا ہے اور جو باطن میں ہیں ان سے مراد یہ ہے کہ پوشیدہ طور پر اپنی شہوت کو پورا کرنا، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں قسم کے فحش کاموں کو حرام فرما دیا۔

شیطان کے بندے:

اللہ تعالیٰ نے جہاں عباد الرحمٰن کی بات ارشاد فرمائی، وہاں اس کے بعد الا کا لفظ استعمال کیا۔ یعنی رحمان کے ان بندوں کے علاوہ بندوں کی بات کرتے ہوئے ان بندوں کا تذکرہ فرمایا جو زنا کرتے ہیں۔ مفسّرین نے یہاں نکتہ لکھا ہے کہ اسلوب قرآن بتا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جو زنا کار ہوتے ہیں وہ رحمان کے بندے نہیں ہوا کرتے بلکہ وہ شیطان کے بندے ہوا کرتے ہیں۔

زنا کرنے کے چھ نقصانات:

حدیث پاک میں آیا ہے کہ زنا کرنے کے تین نقصانات دنیا میں ہوتے ہیں اور تین آخرت میں ہوتے ہیں۔ دنیا میں تین نقصانات یہ ہوتے ہیں:

☆ اس بندے کے چہرے کا نور زائل ہو جاتا ہے۔ اس کے چہرے سے پھٹکار اور نحوست برستی ہے۔

☆ اس کے رزق کو تنگ کر دیا جاتا ہے۔ وہ ہر وقت قرضوں میں جکڑا رہتا ہے۔

☆ اللہ رب العزت اس کی عمر کو کم کر دیتے ہیں۔

اور آخرت کے تین نقصانات یہ ہیں:

☆ اللہ رب العزت اس بندے کے ساتھ قیامت والے دن غصے کے ساتھ پیش آئیں گے۔

☆ اس کا حساب اللہ تعالیٰ سختی کے ساتھ لیں گے۔

☆ اس کو جہنّم میں بڑی لمبی مدت کے لئے رہنا پڑے گا۔ چنانچہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں۔

وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا (الفرقان:69) اور قرآن مجید میں ایک جگہ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا (الفرقان:76) کے الفاظ آتے ہیں۔ یہاں مفسّرین فرماتے ہیں کہ گویا خٰلِدِيْنَ کا لفظ استعمال کیا مگر وہ کافر مشرک اور

منافق کی طرح اگر چہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنّم میں نہیں رہیں گے البتہ وہ بڑی لمبی مدت کے لئے جہنّم میں رہیں گے۔ اس لئے موت سے پہلے پہلے اس گناہ سے توبہ کر لینی چاہیے تاکہ ہم اللہ رب العزت کے ہاں بخشش کیے ہوئے گنہگاروں میں شامل ہو جائیں۔

تین محروم آدمی:

ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تین آدمیوں سے نہ تو کلام کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا۔

(۱) جھوٹ بولنے والا بادشاہ

(۲) بوڑھا زانی

(۳) فقیر متکبّر

ایک اور حدیث پاک سند کے ساتھ پیش کر رہا ہوں۔ یہ حدیث میں نے کتاب میں پڑھی اور باقاعدہ اس کی تصدیق کی۔ وہ حدیث یہ ہے کہ جو عورت اس لئے بنے سنورے کہ اسے کوئی غیر محرم محبّت کی نظر سے دیکھے، اللہ رب العزت فیصلہ کر لیتے ہیں کہ میں قیامت کے دن اس کی طرف محبّت کی نظر سے نہیں دیکھوں گا۔ اور یہی چیز مرد کے لئے بھی ہے کہ جو مرد اس لئے بنے سنورے کہ اسے کوئی غیر عورت محبّت کی نظر سے دیکھے اسے بھی اللہ تعالیٰ قیامت کے دن محبّت کی نظر سے نہیں دیکھے گا۔ اس لئے کہ یہ کوئی چھوٹا سا گناہ نہیں ہے۔ اس سے سچی توبہ کی ضرورت ہے۔ اللہ نے جو حلال کیا اس کو حلال سمجھیں اور اللہ کے حرام کو حرام سمجھیں، تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ (البقرہ:229) یہ اللہ کی حدود ہیں۔

غیر محرم سے نظریں ہٹانے کے فضائل:

آنکھوں کو غیر محرموں سے روکنے کے بہت سے فضائل ہیں۔ چنانچہ حدیث پاک میں آیا ہے:

مَنْ غَضَّ بَصْرَهٗ عَمَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ النَّارَ جس نے حرام چیز سے اپنی آنکھ کو بند کر لیا اللہ رب العزت اس کے بدلے اس پر جہنّم کی آگ حرام فرما دیں گے۔

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ مَنْ تَعَشَّقَ وَ كَتَمَ عِشْقَهٗ فَهُوَ شَهِيْدٌ جس نے عشق کیا اور اس نے اپنے عشق کو چھپایا وہ شہید ہے۔

یعنی کسی آدمی کی کسی کے حسن و جمال پر نظر پڑ گئی اور اسے اس کا حسن اچھا لگا، لیکن اس نے اس بات کو دل میں رکھا، کسی پہ ظاہر نہیں کیا اور کوئی قدم نہیں اٹھایا، اگر وہ بندہ اسی حال میں فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن شہیدوں کی قطار میں شامل فرما دیں گے۔

ایک حدیث پاک میں آیا ہے کہ تین بندوں کو اگر جہنّم میں ڈال بھی دیا جائے تو جہنّم کی آگ ان پر کوئی اثر نہیں کرے گی۔

(۱) کثرت کے ساتھ تلاوت کرنے والا

(۲) کثرت سے مہمان نوازی کرنے والا

(۳) زنا سے بچنے والا

ایک سنہری اصول:

ایک بات ذہن میں رکھیں کہ اگر ہم اپنی نگاہوں کی حفاظت نہیں کریں گے اور غیروں کی عزتوں کو ہوس کی نظروں سے دیکھیں گے تو غیر بھی ہماری عورتوں کو ایسی ہی ناپاک نگاہوں سے دیکھیں گے۔

ایک آدمی نبی علیہ الصلوۃ والسّلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا، اے اللہ کے نبی ﷺ! مجھے اپنی بیوی کی طرف سے بھروسہ نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا، تو اپنی نگاہیں غیروں کی عورتوں سے محفوظ کر لے اللہ تعالیٰ تیری بیوی کی حفاظت فرما دیں گے۔ اس لئے انسان اپنی نگاہوں کو پاک کر لے، اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ اس کے اہل خانہ کو پاکیزگی عطا فرما دیں گے۔

قرآنی فیصلہ ہے کہ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ (فاطر:43) اور برائی کا داؤ الٹے گا انہی داؤ والوں پر۔

ایک عبرتناک واقعہ:

ایک سنار کی بیوی جوان تھی۔ وہ خوش شکل تھی۔ ایک دن وہ سنار جب گھر آیا تو دیکھا کہ اس کی بیوی بیٹھی رو رہی ہے۔ وہ کہنے لگا، آپ کو کیا ہوا؟ اس نے کہا، یہ بچہ جو دو تین سال کا تھا اور اسے ہم نے گھر میں بیٹے کی طرح پالا تھا، اب سولہ سترہ سال کا ہو چکا ہے، اسے میں نے سبزی لینے بھیجا تھا، جب وہ سبزی لے کر واپس آیا اور میں اس سے سبزی لینے لگی تو اس نے سبزی دیتے ہوئے میرے ہاتھ کو پکڑ کر دبا دیا، اس وقت میں نے اس کی نگاہوں کو برا محسوس کیا، مجھے یوں لگا کہ اس نے میرے ہاتھ کو بری نیت سے دبایا ہے، مجھے اس پر بہت افسوس ہوا جس کی وجہ سے میں رو رہی ہوں۔

جب بیوی نے یہ بات سنائی تو خاوند کی آنکھوں میں سے بھی آنسو آ گئے۔ بیوی پوچھنے لگی، جی آپ کیوں رو رہے ہیں؟ وہ کہنے لگا، یہ اس کا قصور نہیں ہے بلکہ میرا قصور ہے۔ اس نے کہا، آپ کا قصور کیسے؟ وہ کہنے لگا میں سنار ہوں، آج ایک عورت چوڑیاں لینے آئی، اس نے چوڑیاں خریدیں، اس نے وہ چوڑیاں خود پہننے کی کوشش کی، جب وہ نہ پہن سکی تو وہ مجھے کہنے لگی کہ ذرا یہ چوڑیاں مجھے پہنا دیں۔ چنانچہ جب

میں اسے پہنانے لگا تو مجھے اس کے ہاتھ خوبصوت اور ملائم لگے، میں نے اس کے ہاتھوں کو شہوت سے دبایا، اس کے بدلے میرے نوکر نے میری بیوی کے ہاتھوں کو شہوت سے دبا دیا۔

جنت کی ضمانت:

نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ جو آدمی غیر محرم عورت پر قادر ہو اور اس کے باوجود وہ زنا نہ کرے میں اس کے لئے جنت میں جانے کی ضمانت دیتا ہوں۔ یعنی کسی کو کوئی ایسا موقع ملے کہ اس کے پاس غیر محرم عورت ہو اور وہ اس سے اپنی ہوس پوری کر سکتا ہو مگر اللہ کے ڈر کی وجہ سے باز آجائے تو اس کے لئے جنت کی ضمانت ہے۔

سلیمان بن یسارؒ کا تقوٰی:

الحمدللہ، اس امت میں ایسے ایسے اولیاء گزرے جنہوں نے پاکدامنی کے انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ سلیمان بن یسارؒ امام اعظم ابوحنیفہؒ کے اصحاب میں سے تھے۔ ان کے پاس کثرت سے آتے جاتے تھے۔ ان کا شمار وقت کے محدثین اور صوفیا میں ہوتا تھا۔ وہ بہت ہی خوبصورت تھے۔

ایک مرتبہ کسی عورت نے ان کی طرف گناہ کا پیغام بھیجا اور کہا کہ میں آپ کی خوبصورتی کی وجہ سے آپ پر فریفتہ ہوں، اب موقع ہے لہٰذا آپ میرے گھر آجائیں تا کہ میں اپنی حسرت پوری کر سکوں۔ انہوں نے جواب میں کہا: معاذ اللہ (میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں) جب وہ رات کو سوئے تو انہیں خواب میں سیدنا یوسفؑ کی زیارت نصیب ہوئی۔ سیدنا یوسفؑ نے فرمایا، سلیمان بن یسار! میں تو اللہ کا نبی تھا، میرے ساتھ اللہ کی حفاظت تھی، جب میرے سامنے گناہ پیش ہوا تو میں نے کہا تھا، معاذ اللہ، لیکن نبوت کی حفاظت کے ساتھ کہا تھا، کمال تو تو نے دکھایا کہ ولی ہو کر وہ کام کیا جو وقت کا نبی کیا کرتا ہے۔

ایک طالب علم کی سبق آموز داستان:

شاہ عبدالعزیزؒ کے شاگردوں میں ایک نوجوان تھا۔ وہ بہت ہی خوبصورت اور نیک سیرت تھا۔ وہ روزانہ ایک راستے سے گزر کر مدرسہ جاتا تھا۔ ایک عورت اسے روزانہ دیکھتی تھی۔ اس عورت کی نیت میں فتور آ گیا۔ اس سے رہا نہ گیا۔ چنانچہ اس نے ایک دن اپنے گھر کی نوکرانی کو بھی ساتھ ملایا اور کہا کہ اس کو کسی بہانے گھر لے آؤ۔ اس دن جب وہ وہاں سے گزرنے لگا تو وہ نوکرانی اس کے سامنے آ کر کہنے لگی کہ اس گھر میں ایک مریض ہے، اس کو تو دم کر دیجئے...... یہ بھی تو ایک مرض ہی ہوتا ہے...... وہ طالب علم سمجھ نہ سکا۔ لہٰذا وہ گھر میں داخل ہو گیا۔ پیچھے سے نوکرانی نے دروازے بند کر دیئے۔ اب وہ عورت اس کے سامنے آ گئی اور کہنے لگی کہ میں آپ کو اتنی مدت سے اپنے گھر کے سامنے سے گزرتے ہوئے دیکھتی تھی۔ آپ مجھے بہت ہی اچھے لگتے تھے، سوچتی تھی کہ کسی طرح آپ کو بلا کر اپنی حسرت پوری کروں۔ جب وہ بے حجاب سامنے آئی اور یہ باتیں کیں تو وہ طالب علم گھبرا گیا۔ جب وہ گھبرایا تو وہ کہنے لگی کہ آج تو گھر میں کوئی نہیں ہے۔

جس کا تھا ڈر، وہ نہیں ہے گھر، اب جو چاہے کر

جب اس نے دیکھا کہ معاملہ بالکل ہی الٹ ہو چکا ہے تو وہ اس سے کہنے لگا، اچھا میں تیری مراد پوری کروں گا، لیکن مجھے قضائے حاجت کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا، اچھا، پھر آپ بیت الخلاء چلے جائیں۔ چنانچہ وہ بیت الخلاء میں چلا گیا...... اس وقت کے بیت الخلاء آج کے دور کے بیت الخلاء تو نہیں ہوتے تھے کیونکہ یہاں تو ہر چیز گم ہو جاتی ہے...... جب وہ بیت الخلاء میں گیا تو وہاں گندگی پڑی دیکھی۔ اس نے وہ گندگی اٹھا کر اپنے ہاتھوں پہ لگا لی۔ جب وہ باہر نکلا تو اس سے بدبو آ رہی تھی۔ اب وہ بدبو جب اس عورت نے سونگھی تو اسے اس سے نفرت آئی اور کہنے لگی کہ مجھے کیا پتہ تھا کہ تو اتنا گندہ

ہے۔ دفع ہو جا یہاں سے۔ جب اس نے اسے کہا کہ دفع ہو جا یہاں سے تو وہ طالب علم اپنا ایمان بچا کر وہاں سے نکل گیا۔

باہر نکل کر دیکھا تو اسے وہ گندگی کپڑوں پر بھی لگی نظر آئی۔ اس نے سوچا کہ اب تو لوگوں کو بھی بو آئے گی۔ لہٰذا وہ تیزی سے مدرسہ کی جانب چلا تا کہ جلدی سے پہنچ کر اپنے کپڑوں اور بدن کو پاک کرے۔ جب مدرسہ پہنچا تو سیدھا غسل خانہ کی طرف گیا۔ وہ وہاں نہایا، کپڑے دھوئے، انہیں نچوڑا اور پہن کر درسگاہ کی طرف جانے لگا۔ وہ پریشان تھا کہ کبھی بھی سبق کا ناغہ نہیں ہوا تھا، مگر آج تو سبق میں دیر ہو گئی ہے۔ لہٰذا وہ چپکے سے درس گاہ میں داخل ہوا اور کلاس میں سب سے آخر میں بیٹھ گیا۔

ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ شاہ عبدالعزیزؒ نے فرمایا: ارے! تم میں سے کون ہے جس نے اتنی تیز خوشبو لگائی ہوئی ہے۔ جب شاہ صاحبؒ نے پوچھا تو سب طلباء حیران ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ ایک طالب علم جو اس کے قریب بیٹھا تھا کہنے لگا، حضرت! اس کے کپڑوں سے خوشبو آ رہی ہے۔ وہ تو پہلے ہی ڈر رہا تھا، جب استاد نے بلایا تو اور زیادہ پریشان ہوا۔ شاہ صاحب نے پوچھا، آج تم آئے بھی دیر سے ہو اور خوشبو بھی اتنی لگائی ہوئی ہے۔ کیا وجہ ہے؟ اس وقت اس طالب علم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ بالآخر اس نے بتا دیا کہ حضرت! میرے ساتھ تو یہ واقعہ پیش آ گیا تھا، میں نے تو گندگی لگائی تھی تا کہ میرے جسم سے بدبو آئے اور میں گناہ سے بچ جاؤں، اب میں نے گندگی کو دھو دیا ہے۔ لیکن میں اللہ کی رحمت پہ حیران ہوں کہ میں نے جس جس جگہ پر گندگی لگائی تھی، میری اس جگہ سے اب تک خوشبو آ رہی ہے۔ اللہ اکبر

وہ نوجوان جب تک زندہ رہا اس کے جسم سے خوشبو آتی رہی۔ اس وجہ سے اس کا نام 'خواجہ مشکی' پڑ گیا، تو جو انسان اللہ کے حکم کی عظمت کو سامنے رکھتے ہوئے اس سے ڈرتا ہے، پھر اللہ رب العزت اس کی قدر

دانی بھی فرماتے ہیں۔

محبّت مجازی کا علاج:

اگر کوئی انسان اس مصیبت میں گرفتار ہو جائے تو اس کا علاج کیا ہے؟ اس سلسلہ میں چند علاج آپ کو بتا دیتے ہیں۔

پہلا علاج:

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہمارے مشائخ نے اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لئے ایک ذکر بتایا ہے جسے ہم نے ہزاروں لوگوں پر آزمایا اور سو فیصد نتیجہ پایا۔ ایسے بندے کو آپ بھی یہ تسبیحات بتا سکتے ہیں آپ سب کو میری طرف سے اجازت ہے چونکہ یہ گناہ عام ہو رہا ہے اس لئے اس کا سد باب بھی عام کرنا چاہیے۔ وہ ذکر یہ ہے۔

لَا مَرْغُوْبِیْ اِلَّا اللّٰہ ۔ لَا مَطْلُوْبِیْ اِلَّا اللّٰہ ۔ لَا مَحْبُوْبِیْ اِلَّا اللّٰہ ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

یہ کلمات ایک سو مرتبہ صبح پڑھے اور ایک سو مرتبہ شام کو پڑھے۔ اللہ اس کی برکت سے اس کے دل سے غیر اور ماسوٰی کی محبّت کو نکال دیں گے۔

دوسرا علاج:

دوسری بات یہ ہے کہ وہ یہ بات ذہن میں رکھے کہ میں فانی محبّت میں گرفتار ہوں اور میں اس کے بدلے اس ہمیشہ رہنے والے کی محبّت سے محروم ہو رہا ہوں۔ کیونکہ محبوب جو بھی ہے وہ بالآخر انسان ہے۔ اگر آج حسین ہے تو کل ایسی شکل بن جائے گی کہ دیکھنے کو بھی دل نہیں چاہے گا۔

ایک سالک کی اصلاح کا واقعہ:

حضرت اقدس تھانویؒ نے واقعہ لکھا ہے کہ ایک سالک صاحب اپنے شیخ کے پاس ذکر سیکھنے کے لئے آئے۔ اللہ کی شان کہ وہ عورت جو صفائی کرنے کے لئے آیا کرتی تھی وہ اچھی شکل کی تھی اور وہ سالک صاحب اسے دیکھا کرتے تھے۔ اس عورت نے شیخ کو بتا دیا کہ جی یہ جو آپ کا نو وارد مہمان ہے اس کی نگاہیں بدلی بدلی ہیں۔ جب اس نے شیخ کو یہ بات کی تو اسے قدرتاً اسہال کی شکایت ہوگئی اور اسے اس دن کئی مرتبہ بیت الخلاء میں جانا پڑا۔

اگلے دن اس کی بڑی بری حالت تھی۔ لیکن چونکہ اس نے کام پر جانا تھا اس لئے وہ پھر آ گئی۔ جب اس کی نظر اس پر پڑی تو دیکھا کہ اس کی ہڈیاں نکلی ہوئی تھیں اور پہلے والی چمک نہیں تھی۔ لہٰذا اس نے دیکھتے ہی اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا۔ اور اس سے کہا کہ جلدی سے یہاں سے چلی جا۔ اس نے جا کر شیخ کو یہ بھی بتا دیا۔ انہوں نے کہا، بہت اچھا، اب تو چلی جا۔ چنانچہ وہ چلی گئی۔

اب انہوں نے اس کو بلوالیا۔ جب وہ آیا تو شیخ اس سے فرمانے لگے کہ میں نے تجھے اس لئے بلوایا ہے کہ آپ اپنے محبوب کو جا کر دیکھ لیجئے۔ اس نے کہا، حضرت! کہاں ہے؟ فرمایا، بیت الخلاء میں۔ جب وہ وہاں گیا تو دیکھا کہ وہاں تو نجاست ہی نجاست ہے۔ وہ کہنے لگا، حضرت! بدبو آ رہی ہے۔ فرمانے لگے کہ کل وہی خاتون تھی تو اسے تم للچائی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور آج بھی وہی خاتون ہے اور وہ لالچ نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کا تجھے لالچ تھا وہ اس سے جدا ہوگئی ہے، اور وہ یہی (نجاست) ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ تجھے اسی چیز کے ساتھ عشق تھا اس لئے ہم نے چاہا کہ آپ کو اپنے محبوب سے ملوا دیا جائے۔

تیسرا علاج:

نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ ایسے بندے کو مسلسل روزے رکھنے چاہئیں کیونکہ پیٹ خالی رکھنے سے سب مستیاں ہوا ہو جاتی ہیں۔ اس لئے وہ نوجوان جو مجرد (غیر شادی شدہ) ہیں اور شیطانی، شہوانی اور مستانی خیالات سے پریشان ہیں ان کے لئے لازم ہے کہ وہ روزے رکھیں۔ وہ روزے رکھے بغیر گناہوں سے نہیں بچ سکیں گے۔

حضرت اقدس کا ذاتی معمول:

الحمدللہ، ہم نے اس نسخہ کو تیر بہدف پایا۔ اس عاجز کو یاد ہے کہ ابتدائے جوانی سے لے کر جس دن تک شادی نہیں ہوئی تھی چوبیس گھنٹوں میں ایک وقت کھانا کھایا کرتا تھا۔ زندگی کے تیرہ سال یہی معمول رکھا۔ روزے میں تو لوگ پھر بھی دو دفعہ کھانا کھا لیتے ہیں اور عاجز کا ایک وقت کھانے کا معمول تھا۔ اور وہ بھی اتنا کہ کمر سیدھی رہے...... فقط تین لقمے...... اس جوانی کو محفوظ رکھنا آسان کام نہیں ہے۔ میں تو حیران ہوتا ہوں کہ لوگ اسے کیسے محفوظ رکھ لیتے ہیں۔ وہ تو بڑے حوصلے والے لوگ ہوتے ہیں...... ایک دن میں تین لقمے کھانے کا فائدہ یہ ہوا کہ الحمدللہ نگاہ پاک ہوگئی جس کی وجہ سے دل میں یہ خیال بھی پیدا نہیں ہوتا تھا کہ کوئی پیلا ہے، کوئی نیلا ہے یا کوئی کالا ہے، جو بھی ہے اپنے لئے ہے ہمارا اس سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ الحمدللہ دل بے طمع ہو گیا تھا...... جب شادی ہوئی تو اس دن سے دو مرتبہ کھانا کھانے کا معمول بنایا۔

چوتھا علاج:

اس مصیبت سے جان چھڑانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ ایسے بندے کو اللہ کی محبّت سے آشنا کر دیا جائے۔ مشائخ کے ہاں عام طور پر یہی معمول ہے۔ جب لوگ ان کے پاس آتے ہیں تو وہ ان کو

توجہات دیتے ہیں، ان کے لئے دعائیں کرتے ہیں، ان کی طرف سے استغفار کرتے ہیں اور انہیں اللہ کی محبّت سے آشنا کر دیتے ہیں۔ جب انہیں عشق مولیٰ کا نشہ چڑھتا ہے تو وہ عشق لیلیٰ بھول جاتے ہیں۔

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو عجب چیز ہے لذت آشنائی

ایک نوجوان کی حکایت:

حضرت اقدس تھانویؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک شہزادی تھی۔ کسی نے اس کے ساتھ تعلّق جوڑنے کی کوشش کی۔ اس شہزادی نے کہا، میاں! یہ کام اتنا آسان نہیں ہے۔ میں اس سلسلہ میں آپ کو ایک ترکیب بتاتی ہوں کہ میرے والد صاحب اللہ والوں سے عقیدت ومحبّت رکھتے ہیں اور ان کے پاس آنا جانا رکھتے ہیں، آپ بھی کہیں جا کر یہی بھیس بنا لیں تو پھر شاید مجھے بھی آپ کے پاس آنے کا موقع مل جائے۔ اس نے کہا، بہت اچھا، چنانچہ اس نے شہر سے باہر جا کر خیمہ لگا لیا اور اللہ ہی اللہ، اللہ ہی اللہ، اللہ ہی اللہ، کرنے لگا۔

کچھ عرصہ کے بعد لوگوں میں اس کی دھوم ہونا شروع ہوگئی۔ وہ دعا کروانے جاتے اور وہ دعا کر دیتا، وہ اسے ہدیے دیتے مگر وہ ہدیہ نہ لیتا۔ اس کی اور بھی زیادہ مشہوری ہوگئی کہ وہ تو ہدیہ بھی نہیں لیتا۔ اڑتے اڑتے بات بادشاہ تک بھی پہنچی۔ جب اس نے سنا تو وہ بھی کہنے لگا کہ اگر وہ واقعی اللہ والا ہے تو ہم بھی ملتے ہیں چنانچہ بادشاہ بھی اس کے پاس گیا اس نے بھی دعا کی درخوست کی۔ اس نے اس کے لئے بھی دعا کر دی پھر اس نے اسے ہدیہ دیا تو وہ کہنے لگا کہ ہم فقیروں کو کیا ضرورت ہے، لے جائیے۔ جب اس نے بادشاہ کو بھی ہدیہ واپس کر دیا تو اسے بھی تسلّی ہوگئی کہ یہ پکا بندہ ہے کوئی دکاندار نہیں ہے۔ لہٰذا اس کا آنا جانا شروع ہو گیا۔

بیٹی کو بھی پتہ چل گیا کہ میرے ابو بھی اس فقیر کے پاس آتے جاتے ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد اس

نے بادشاہ سے کہا، ابو! آپ تو اس فقیر کے پاس جاتے ہیں، کیا مجھے بھی اس کے پاس جا کر دعائیں کروانے کی اجازت ہے؟......یعنی میں چاہتی ہوں کہ میں بھی اپنے مرض کی دوا لے کر آؤں......اس نے کہا، چلی جاؤ۔

اب وہ بن سنور کر اس کے خیمے میں گئی۔ اس نے دیکھا کہ وہ نماز اور تلاوت وغیرہ میں لگا ہوا ہے۔ وہ اس کے پاس جا کر بیٹھ گئی اور اسے کہنے لگی کہ میں فلاں ہوں، آپ پاس آئی ہوں۔ وہ نماز ہی پڑھتا رہا۔ جب اس نے سلام پھیرا تو اس نے کہا کہ میں بادشاہ کی بیٹی ہوں اور آپ سے ملنے آئی ہوں، تجھے یہ گر میں نے ہی تو بتایا تھا۔ وہ پھر عبادت میں لگا رہا۔ جب کافی دیر ہو گئی تو اس کو فکر ہوئی کہ میں نے پیچھے بھی جانا ہے لہٰذا اسے کہنے لگی کہ تو کر کیا رہا ہے؟ اس نے جواب میں کہا، جناب! جب میں آپ کی خدمت کے قابل تھا اس وقت آپ سے ملاقات نہ ہو سکی، اب میں آپ کی خدمت کے قابل نہیں رہا، اب مجھے مولا کی خدمت کا مزہ آ گیا ہے۔ اب مجھے اللہ کی محبّت کا مزہ آ گیا ہے، اب آپ جیسی سینکڑوں بھی آ جائیں تو مجھے کوئی پروا نہیں ہے۔ سبحان اللہ، وہ نقلی طور پر اللہ اللہ کرنے بیٹھا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے اصلی محبّت کا مزہ چکھا دیا۔ اسی طرح اللہ والے بھی یہ کام کرتے ہیں کہ جن کے دل میں دنیا کی محبّت کا نشہ ہوتا ہے ان کو اللہ کی محبّت سے آشنا کر دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ دنیا کی محبّتیں بھول جایا کرتے ہیں۔

دل پر مصیبتیں آنے کی وجہ:

صحیح بات یہ ہے کہ حرام کاری سے بچنے کے لئے انسان اپنی آنکھوں کو محفوظ کرے۔ یاد رکھیں کہ

اگر اماں حوا پھل کو نہ دیکھتیں تو آزمائش میں مبتلا نہ ہوتیں،

اگر قابیل ہابیل کی بیوی کو نہ دیکھتا تو بھائی کے قتل کا مرتکب نہ ہوتا،

اگر زلیخا یوسف علیہ السّلام کو نہ دیکھتی تو قرآن میں اس کے یوں تذکرے نہ ہوتے یہ سب مصیبتوں

میں اس لئے پھنسے کہ ان کی نگاہ پڑ گئی تھی۔ ہمارے مشائخ نے بھی یہی فرمایا کہ انسان کی نگاہوں کی وجہ سے اس کے دل پر مصیبتیں آیا کرتی ہیں۔

اللہ کی غیرت سے ڈرتے رہیں:

جب انسان کسی کو محبّت کی نظر سے دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کا اتنا عذاب بتایا گیا۔ چنانچہ نبی علیہ الصلوۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا: أَنَا أَغْيَرُ وُلِدَ آدَمَ وَاللّٰهُ أَغْيَرُ مِنِّيْ میں بنی آدم میں سے سب سے زیادہ غیور ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت والا ہے۔

چونکہ اللہ رب العزت غیرت والے ہیں اس لئے جب اس کا بندہ اس کی بجائے کسی اور کی طرف محبّت کی نظر اٹھا رہا ہوتا ہے تو بسا اوقات اللہ رب العزت کو غیرت آجاتی ہے۔ اور جب اللہ رب العزت کو غیرت آتی ہے تو پھر بندے کو پھٹکار کر رکھ دیا جاتا ہے۔ اس لئے ڈرتے رہیں کہ کیا پتہ کہ یہی وہ لمحہ نہ ہو کہ جب میرے مالک کو غیرت آجائے اور ایمان سے محروم کر دیا جاؤں۔

بدنظری کا وبال:

حضرت جنید بغدادیؒ کا ایک مرید تھا۔ اس نے ایک خوبصورت لڑکے کو دیکھا۔ وہ کہنے لگا، حضرت! یہ لڑکا غیر مسلم ہے، کیا یہ بھی جہنّم بھی جائے گا؟ انہوں نے فرمایا کہ لگتا ہے کہ تو نے اسے بری نظر سے دیکھا ہے، اب اس کا وبال تجھ پر ضرور پڑے گا۔ وہ حافظ قرآن تھا۔ اس ایک نظر کی وجہ سے ان کا وہ مرید قرآن مجید بھول گیا۔

اللہ رب العزت کے حضور دعا ہے کہ اب تک جو گناہ ہو چکے وہ معاف فرما دیں اور آئندہ گناہوں سے محفوظ فرما دیں۔ اے مالک! ہم کمزور ہیں، ہمیں اپنی مدد عطا فرما دیجئے اور ہمیں نفس اور شیطان کے

مقابلے میں کامیاب فرما دیجئے۔ (آمین ثم آمین)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ